تاریخ تحول نظم و نثر پارسی کا ایک باب

افشاری، زندی، قاچاری اور مشروطیت کا دور

بارہویں صدی ہجری کے نصف سے چودھویں صدی ہجری کے وسط تک

مترجم: عندلیب زہرا ایم اے (علیگ)

مشہور ایرانی مفکر و تاریخ دان ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی کتاب "مختصری در تاریخ تحول نظم و نثر پارسی" گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے۔ یہ کتاب ہند و ایران میں کافی مقبول ہے، اب تک اس کے پانچ سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی مقبولیت و اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس کا اردو ترجمہ عندلیب زہرا (علیگ) نے کیا ہے۔ تاکہ فارسی زبان سے واقف و ناواقف حضرات بھی جو عالمی ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں اس مختصر تاریخ سے مستفید ہو سکیں۔

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تقریباً تیرہ سو برس کی فارسی زبان و ادب کی تاریخ کو کم سے کم الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اور ہندوستان نے فارسی کی ترقی و تکمیل میں جو نمایاں حصہ لیا اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اختصار کے باوجود تاریخ و ادب کے کسی بھی اہم نکتہ یا مسئلہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

اگرچہ اردو میں فارسی ادب پر متعدد طویل کتابیں موجود ہیں۔ خاص طور پر ڈاکٹر رضا زادہ شفق کی کتاب "تاریخ ادبیات ایران" جس کا مستند ترجمہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہو چکا ہے۔

اس کتاب کی خصوصیات کے پیش نظر قارئین برہان کی دلچسپی کے لئے اس کا ایک باب شائع کیا جارہا ہے۔ اس باب میں دور مشروطیت میں فارسی زبان میں ہونے والے تغیرات اور عہد حاضر کے شعرا و مصنفین کے اسلوب بیان پر بصیرت افروز روشنی ڈالی گئی ہے۔ توقع رکھنی چاہیے کہ یہ مفید کتاب جلد شائع ہو سکے گی۔

"برہان"

اس باب میں خاندان صفوی کے انقراض سے عصر حاضر تک کی فارسی نظم و نثر اور زبان کی ترقی اور ارتقائی حالتوں کا ذکر کیا جائے گا۔

فارسی شاعری

ہندوستان اور ایران میں فارسی شاعری میں "سبک ہندی" بہت مقبول تھا۔ صفوی عہد کے آخر میں اصفہان کے کچھ صاحب ذوق اور اہلِ سخن نقادانِ فن نے اس طرز کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

اس تنقید کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نئی تحریک نے جنم لیا اور شاعری کے نئے طرز یعنی "سبک ہندی" کے خلاف مہم چلائی جانے لگی۔ "سبک ہندی" کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔[1]

سبک ہندی کو ناپسند کرنے والے نقادوں کا خیال تھا کہ کلیم کاشانی، صائب اور وحید قزوینی وغیرہ کی شاعری فصاحت و بلاغت سے کوسوں دور ہے اور اس طرز کو یکسر ختم کر دینا چاہیئے اور پھر اسی اندازِ سخن کو رائج کرنا چاہیے جو ہمیشہ سے بڑے بڑے شاعروں اور سخن شناسوں میں مقبول رہا ہے۔

۱۔ صفوی دور میں "سبک ہندی" کا رواج ہوا۔ اس اسلوب میں شاعر فکر و خیال پر زیادہ توجہ دیتا اور زبان و بیان کی صحت و متانت پر کم توجہ دی جاتی۔ سبک ہندی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس طرز کے نمائندہ شاعر سلاطین صفوی کے دربار سے ہندوستان میں مغلیہ سلاطین کے دربار میں چلے آئے اور اس طرز کو یہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

اس سلسلے میں جن لوگوں نے پیش قدمی کی اور ان کا کلام بھی باقی رہ گیا ہے ان میں آذر بیگدلی کے چچا ولی محمد خاں مسرور اصفہانی (مقتول ۱۱۶۸ھ) آذر بیگدلی کے استاد میر سید علی مشتاق اصفہانی (م ۱۱۹۲ھ) میرزا نصیر اصفہانی (م ۱۱۹۲ھ) صاحب مثنوی پیر وجوان، سید احمد ہاتف اصفہانی (م ۱۱۹۸ھ) صاحب دیوان قصائد و غزلیات و ترجیع بند اور لطف علی آذر بیگ آذر بیگدلی (م ۱۱۹۵ھ) صاحب مثنوی خسرو وشیرین اور تذکرۂ آتشکدہ۔ زندیہ کے معاصر میرزا محمد صادق نامی اصفہانی۔ مشتاق و ہاتف کے دوست آقا محمد صہبائی قمی (م ۱۱۹۱ھ) حاجی سلیمان صباحی کاشانی (م ۱۲۰۶ھ) اور آقا محمد عاشق اصفہانی (م ۱۱۸۱ھ) وغیرہ کو دنیائے شاعری میں ایک نئی تحریک کا علمبردار کہا جاتا ہے۔

ان سب کا مقصد اپنے معاصرین کے انداز کو ترک کرنا اور متقدمین کے اسلوب شاعری کا احیاء کرنا تھا۔ انھوں نے خود بھی قصیدہ، غزل یا مثنوی میں قدیم شعراء کے طرز کی پیروی کی۔ آذر نے اپنے چچا مسرور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت نے اصفہان میں کمالات حاصل کئے انھیں شعر گوئی سے بہت رغبت تھی اور شعر فہمی کا بھی اچھا ملکہ تھا۔ ان کے زمانے میں فصحائے متقدمین کا طرز رائج ہو گیا تھا اس لئے اچھے شعر وجود میں نہ آسکے[1]۔"

مشتاق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بعض ناواقف لوگوں نے شاعری شروع کر دی تھی جس کی وجہ سے سلسلۂ نظم ٹوٹ گیا تھا لیکن مشتاق نے سعی و عمل سے کام لیکر شاعری میں اصلاح کی اور متاخرین کی بنیاد شاعری کو یکسر گرا دیا۔ اور فصحائے متقدمین کی بنیادوں کی تجدید کی[2]۔"

مؤلف (۱) آتشکدہ مطبوعہ بمبئی ص ۴۰۹ (اصل مطبوعہ کتاب میں اوراق پر صفحہ نمبر نہیں ڈالے گئے ہیں)

مؤلف (۲) آذر بھی اپنے معاصرین کی طرح بغیر کسی مناسب رعایت کئے فعل حذف کر دیتے ہیں اور یہ صریحاً غلطی ہے۔

عبدالرزاق بیگ دنبلی مشتاق کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح کرتا ہے[1]:

"شوکت، صائب اور وحید وغیرہ نے شاعری میں خام خیالات پیش کئے اور فرسودہ تمثیل واستعارے سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاعری کا اصل حسن اور لطافت ختم ہوگئی۔ مشتاق نے ان شعراء کی بساطِ نظم کو الٹ دیا۔ اور اپنے زمانے کے ذوق کے مطابق شاعری کی دنیا میں نغمہ سرائی کی۔"

ان اشاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی کے وسط کے بعد سے فارسی شاعری میں ایک نہضتِ جدید رونما ہوئی اور اس کے بڑے مرکز اصفہان وشیراز قرار پائے۔ جن شاعروں کا ذکر کیا جاچکا ہے یہ سب انھیں دونوں مراکز سے وابستہ تھے اور یہیں پر درس تدریس میں مشغول رہتے۔

صباحی کا شاگرد صبای کاشانی، عبدالرزاق دنبلی کا شاگرد میرزا نصیر اصفہانی اور ہاتف اصفہانی کا پروردہ لڑکا سحاب اصفہانی عہد قاچاری کے ابتدائی دور کے شاعر ہیں اور ان کا تعلق شیراز اور اصفہان سے تھا۔

یہ تمام شاعر اور ان کے شاگرد جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے قدیم طرز یعنی سبک عراقی کا احیاء کرنا چاہتے تھے اور سبک ہندی کو یکسر ختم کر دینے کے درپے تھے۔

سبک قدیم کے احیاء کی تحریک نے فارسی شاعری کے قالب میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی اور عین اس وقت جبکہ افغانستان اور ہندوستان میں سبک ہندی اپنی تمام شاعرانہ رعایات کے ساتھ ترقی کر رہا تھا ایران میں قاچاری دور کے آخر تک صفوی عہد کے طرز سخن کی تقلید سے انحراف کیا جانے لگا۔ مثلاً رضا قلی خاں نے اپنے مشہور تذکرہ (مجمع الفصحاء) کے شروع میں لکھا ہے:

مؤلف (۱) حدائق الجنان۔ نقل از سبک شناسی تالیف ملک الشعراء بہار مرحوم ج ۳ ص ۳۱۹

"ترکمانی اور صفوی دور میں ناقص طرز سخن ایجاد ہوئے اور قصیدوں، موعظہ ونصیحت و فلسفہ اور زہد وحماسہ سرائی میں متقدمین کے طرز متروک ہو گئے شاعر مخمس، مسدس، مثنوی اور معمہ نگاری اور تعمیۂ اسم بے مسمی کی طرف مائل ہو گئے۔ غزل کی کوئی مخصوص شکل مرتب نہ ہوئی تھی۔ جہاں تک ہو سکا ان لوگوں نے پریشان گوئی اور بیہودہ سرائی سے کام لیا۔ حقائق سے انحراف کیا اور فرسودہ مضامین نظم کئے اور صنائع بدیعہ اور بدائع لطیفہ کے بجائے ناکارہ مطالب کو اشعار میں بھر دیا۔ خاص طور سے صفوی اور افشاری دور کے آخری ایام میں اور زندی عہد کے شروع میں اور الوارئ عہد میں ان لوگوں نے فصاحت وبلاغت اور حکمت ومعرفت کے سورج کو گہن لگا دیا۔

سلطنت الواریہ کے آخر میں چند آدمیوں نے متقدمین کے طرز کے احیاء کے لئے بہت کوششیں کیں اور متاخرین کے غیر لطیف اور مبتذل طرز سے اکتا کر متقدمین کے اسلوب کی طرف مائل ہو گئے اور متقدمین کے کلام کو اپنے لئے سرمشق بنایا۔"

یہ قول محمد شاہ اور ناصر الدین شاہ کے زمانے کے ایک مشہور شاعر وادیب امیر الشعراء ہدایت کا ہے یہ شخص خود بھی صاحب نقد ونظر تھا۔ اس کے قول سے ہی پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ قاچاری عہد میں سبک ہندی کے بارے میں عام نظریہ کیا تھا۔

نئے اسلوبِ شاعری کو جنم دینے والے شاعروں نے جب قدما کے طرز کا احیاء کیا تو اس زمانے کے معاصرین نے فارسی ادب کی تاریخ میں اس کو "دورۂ بازگشت" کا نام دے دیا۔

دورۂ بازگشت یا قدما کے طرز کے تجدیدی دور کو دو زمانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور بارہویں صدی کے وسط سے شروع ہوتا ہے اور تیرھویں صدی ہجری کے اوائل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اس مدت میں جو شاعر پیدا ہوئے انھوں نے چھٹی، ساتویں

اور آٹھویں صدی کے شاعروں کی غزل، قصیدہ اور مثنوی کو اپنے لئے نمونہ بنایا۔

دوسرے دور کا اطلاق تیرھویں صدی ہجری کے نصف اول کے آخر سے ہوتا ہے اس دور کے شاعروں نے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی کے شاعروں کے انداز سخن کو بھی پیش نظر رکھا۔ مثلاً ہدایت، سروش، فتح اللہ خاں شیبانی اور محمود خاں ملک الشعراء اسی قبیل کے شاعر ہیں۔

در اصل اسی زمانے میں قدیم ادبی طرز کی تکمیل ہوئی اور رضا قلی خاں ہدایت نے اپنے معاصرین کو قدیم رنگ اختیار کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اس دور کے آخر تک ان کی کوشش بار آور ہوئی۔

جس طرح بتدریج شاعری رو بہ زوال ہو گئی تھی اسی طرح تدریجاً اسے ترقی بھی ہوئی اور فتح علی شاہ.... کو سلطنت کے قیام کے بعد شعر و شاعری سے ذوق پیدا ہوا۔ بڑے بڑے شاعر جمع کئے گئے اور قدما کا طریقہ رائج ہوا اور اسی طرز کو اپنانے میں شاعر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اور شعراء متوسلین اور متاخرین کے غیر فصیح طرز کے نقوش کو فنا کر دینے کے درپے ہو گئے۔ کچھ نے خاقانی شروانی اور عبدالواسع جبلی کے طرز پر مسجع اور مقفیٰ اور پُر تکلف قصائد لکھے۔ بعض نے فرخی اور منوچہری کی تقلید کی۔ ایک جماعت کو حکیم رودکی اور قطران کا طرز سخن پسند تھا۔ ایک گروہ نے عنصری، مسعود سعد سلمان اور ایک نے حکیم الٰہی سنائی غزنوی اور جلال الدین محمد مولوی کو، کچھ نے حکیم ابو الفرج نوری اور انوری ابیوردی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنایا۔

کچھ نے اسدی طوسی اور فردوسی کے انداز پر رزمیہ نگاری کی۔ بعض نے نظامی و سعدی کو بزمیہ میں نشانِ راہ سمجھا۔

کچھ نے آزرقی و مختاری کا طرز اختیار کیا اور کچھ نے معزی اور لامعی کی تقلید میں فخر محسوس کیا۔ دانشمندوں کے ایک طبقہ نے حکیم ناصر کی پیروی کی۔ ادیب صابر کی بھی تقلید

کی گئی۔ بہت کم ایسا ہوا کہ کسی ایک نے ان سب کا تتبع کیا ہو۔ بلکہ قصیدہ گوئی میں قدیم اور غزل میں جدید شعرا کا طرز مقبول اور رائج تھا۔ زندی اور قاچاری عہد میں شاعروں نے جو روش قائم کی وہ دورۂ مشرطیت سے لیکر آج تک شاعری میں مروج ہے مشرطیت کی ابتدا سے لیکر بعد تک صرف کمتر درجے کے شاعروں نے دوسری روش اختیار کی اور انھیں آج تک کبھی بھی شاعری میں بلند مقام نہ حاصل ہوسکا۔

زندی عہد کے مشہور شاعروں کے بعد قاچاری عہد کے چند مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے یہ سب متقدمین کے طرز کے پیرو تھے۔ انھوں نے غزل میں سعدی و حافظ کی، رزمیہ مثنوی میں فردوسی کی، بزمیہ مثنوی میں نظامی کی، قصائد و مسمطات اور مقطعات میں چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی کے شعرا بالخصوص عنصری، فرخی، منوچہری، مسعود سعد، سنائی، انوری اور خاقانی کی تقلید کی۔

اس دور کے شاعروں کی زبان کا وہی قدیم رنگ ہے جو مغلوں اور ان سے پہلے کے شاعروں میں رائج تھا۔ ان کی توجہ زیادہ تر آرائش سخن، رعایت لفظی، اور الفاظ کی فصاحت پر رہی۔ بہت کم شاعر ایسے ملیں گے جنھوں نے اپنے زمانے کے لہجہ کا لحاظ رکھا ہو۔ دورۂ بازگشت کے شاعروں کا موضوع عموماً توصیف و مدح، پند و وعظ، آئمہ معصومین کی شان میں قصیدہ و مراثی، رزمیہ، تاریخی، مذہبی اور عشقیہ مثنویاں اور غزل ہے۔

خوش قسمتی سے اس دور کے شاعروں کو بادشاہوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس سلسلے میں خاص طور سے قاچاری سلاطین نے شاہان ما سلف کی تقلید کی کوشش کی۔

بادشاہوں کی توجہ ہی سے تہران، شیراز، اصفہان اور مشہد ادب کے بڑے مرکز بن گئے۔ اور بہت سے شاعر منظر عام پر آئے۔ جن میں سے اکثر نے دیوان، طویل مثنویاں بلیغ اور اچھے شعر یادگار چھوڑے۔

ہم افشاری اور زندی دور کے بڑے بڑے شاعروں کا ذکر پہلے ہی کر چکے ہیں۔ اب عہد قاچاری کے نامور شعرا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فتح علی خاں صبای کاشانی (م ۱۲۳۸ھ): یہ صباحی کاشانی کا شاگرد تھا۔ اور فتح علی شاہ کے دربار میں ملک الشعرا تھا، اس کے قصیدوں کا دیوان مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اس کی مثنویاں، شہنشاہ نامہ، خداوند نامہ، گلشن صبا، اور عبرت نامہ بھی بہت مشہور ہیں۔ اور ایران کے آخری زمانہ کے ادب میں اپنا مقام رکھتی ہیں۔

صبا کے اکثر قصیدوں میں کلام کی قدرت، معانی کی دقت اور عبارت کی جزالت کے اتنے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں کہ ان کو دیکھکر چھٹی صدی کے فصحا کے قصائد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

سید محمد سحاب اصفہانی (م ۱۲۲۲ھ): سید محمد ہاتف کا لڑکا تھا اور فتح علی شاہ کے زمانے کا مشہور قصیدہ گو اور غزلگو تھا۔ قصیدہ گوی میں اس نے انوری اور خاقانی کی بڑی خوبی سے تقلید کی ہے اور پوری طرح کامیاب بھی رہا۔

مجتہد الشعرا، سید حسین مجمر اصفہانی (م ۱۲۲۵ھ): اس نے عالم شباب میں وفات پائی غزل اور قصیدہ میں بڑی کامیابی کے ساتھ متقدمین کی پیروی کی ہے۔

معتمد الدولہ میرزا عبدالوہاب نشاط اصفہانی (م ۱۲۴۴ھ): یہ نظم و نثر اور خط (تحریر) کے لئے اپنے دور کے ممتاز لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس نے متقدمین کے انداز پر عمدہ غزلیں لکھیں

میرزا شفیع وصال شیرازی (م ۱۲۶۲ھ): یہ میرزا کوچک کے نام سے مشہور ہے، مثنوی، غزل اور قصیدہ گوئی میں مہارت تھی۔ غزلگوئی اور خوشنویسی میں اس کی استادی کو ہمعصروں نے تسلیم کیا ہے۔ وصال نے وحشی کی ناتمام مثنوی "فرہاد و شیرین" کو مکمل کیا اور بحر متقارب میں ایک مثنوی "بزم وصال" لکھی۔

میرزا حبیب قاآنی (م ۱۲۷۰ھ): قاآنی قاچاری عہد کا مشہور قصیدہ گو ہے اس کو

غزل گوئی اور نثر نویسی میں بھی کمال حاصل ہے۔ اس کی شہرت کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس نے قصیدہ گوئی میں ایک خاص طرز کو اپنایا اور قدما کے طرز کے اتباع کے باوجود نئے نئے مضامین، نئی ترکیب اور نئی فکر سے کام لیا۔ گلستان کے طرز پر نثر میں ایک کتاب "پریشان" لکھی جو خاص شہرت کی حامل ہے۔

میرزا عباس فروغی بسطامی (م ۱۲۷۴ھ)[1]: عہد قاچاری کا مشہور غزل گو ہے اس کی بیشتر غزلیں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سعدی و حافظ کی یاد دلاتی ہیں

میرزا محمد علی سروش اصفہانی (م ۱۲۸۵ھ): ناصر الدین شاہ کے زمانہ کا مشہور شاعر ہے۔ اس نے قصیدے اور مثنویاں لکھیں۔ بنیادی طور پر وہ قصیدہ کا شاعر ہے۔ قصیدہ گوئی میں اس نے بڑی استادی کا ثبوت دیا ہے اور اکثر فرخی کی پیروی کی ہے۔ اس کی مثنوی "اردی بہشت" بحر متقارب میں ہے اس میں حضرت علی کے غزوات بیان کئے گئے ہیں اور بھی کئی مثنویاں مثلاً ساقی نامہ اور الٰہی نامہ لکھیں۔

محمود خاں ملک الشعراء کاشانی (م ۱۳۱۱ھ): اپنے عہد کا مشہور قصیدہ گو تھا اس نے منوچہری اور فرخی کی بڑی خوبی و مہارت سے تقلید کی ہے۔

ابو النصر فتح اللہ خان شیبانی کاشانی: محمد شاہ و ناصر الدین شاہ قاچار کا معاصر تھا اور اپنے عہد کا ماہر قصیدہ گو تھا۔ اس پر غزنوی دور کے شاعروں کا رنگ غالب ہے۔

ان کے علاوہ بھی قاچاری دور میں بہت سے بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے جن کے حالات اور تصانیف کے متعلق ہدایت نے مجمع الفصحاء کی دوسری جلد میں سب سے بہتر طور پر لکھا ہے یہاں ان سب کا ذکر ممکن نہیں۔

قاچاری عہد کے شعراء کے کلام کے بغور مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان سب نے اگرچہ

---

(۱) مجمع الفصحاء میں فروغی کی تاریخ وفات ۱۲۳۲ھ درج ہے۔

ابتکار مضمون اور نئے نئے خیال و فکر کے بیان پر کم توجہ دی ہے لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ انھوں نے صحیح فارسی زبان کے احیاء اور قدیم شعراء کے فکر کی تجدید کر کے فارسی زبان و شاعری کی بہت بڑی خدمت انجام دی اور فارسی زبان و شاعری کو ابتذال و سستی سے نجات دلائی۔ یہ اسلوب مشروطیت کے زمانے سے لے کر اب تک کے مشہور شاعروں مثلاً ادیب نیشاپوری، ادیب پیشاوری، ادیب الممالک فراہانی اور ملک الشعراء بہار خراسانی کے ہاں ملتا ہے۔ صرف آخر کے پندرہ بیس سالوں سے بعض معاصر شاعروں نے فارسی شاعری میں جدت سے کام لینا شروع کیا ہے۔

فارسی نثر فارسی نثر بھی افشاری، زندی اور قاچاری دور میں کچھ ترقی پذیر ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں وہ طرز پھر سے رائج ہو گیا جو گذشتہ مصنفین میں مقبول تھا۔ ظاہر ہے کہ نظم کی طرح نثر میں بھی فصاحت و بلاغت کا معیار قدیم مصنفین کی تحریریں ہی تصور کی جاتی تھیں۔ عموماً چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی کے لکھنے والوں کی تقلید زیادہ کی جاتی مگر تیرھویں صدی کے اواخر میں اکثر واقعہ نگاروں (مثلاً میرزا ابراہیم) نے پانچویں صدی کے آخر کے اسلوب کو پیش نظر رکھا۔

اس عہد کے شروع میں فارسی منشآت میں صفوی دور کے لکھنے والوں کی سی بے پرائی موجود تھی۔ یہاں تک کہ میرزا مہدی خاں منشی نادر اور آذر بیگدلی اپنی استادی کے باوجود افعال کے حذف کر دینے کی غلطی سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن قاچاری عہد کے مشہور لکھنے والوں کے ہاں اس قسم کی خامیاں بہت کم نظر آتی ہیں۔ افشاری، زندی اور قاچاری دور کے مشہور ادیب یہ ہیں:

میرزا مہدی خاں استرآبادی: یہ نادر شاہ کا منشی تھا۔ اس کی کتاب "دُرّۂ نادرہ" تاریخ وصاف کی طرح لفظی صنائع اور تکلف و تصنع سے پُر ہے۔ اس کی ایک اور کتاب "جہانگشای نادری" ہے جو نسبتاً سادہ طرز میں ہے اور اس کی عبارت اول الذکر کتاب

کے مقابلہ میں فطری ہے۔

نشاط اصفہانی : قاچاری عہد کے شاعروں کے ضمن میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ نشاط اپنے زمانے کے صاحب طرز اور ماہر لکھنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کے منشآت شائع ہو چکے ہیں۔

فاضل خاں گروسی : فتح علی شاہ کا معاصر تھا اس کے منشآت مشہور ہیں۔ اس نے ایک تذکرہ 'انجمن خاقان' بھی لکھا۔

قاآنی : بحیثیت شاعر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ نثر میں اس نے سعدی کی گلستاں کے طرز پر ایک کتاب 'پریشان' لکھی۔

میرزا تقی سپہر اور اس کا لڑکا عباس قلی سپہر: یہ دونوں مشہور و مبسوط کتاب "ناسخ التواریخ" کے مؤلف ہیں۔

رضا قلی خاں ہدایت (م ۱۲۸۸ھ) : امیر الشعراء کے لقب سے ممتاز ہے۔ محمد شاہ اور ناصر الدین شاہ کا معاصر تھا۔ اس کی کئی تصانیف ملتی ہیں مثلاً مجمع الفصحاء دو جلد۔ صفوی دور کے شعراء کے حال میں ایک تذکرہ 'ریاض العارفین'۔ روضۃ الصفا کا تتمہ "روضۃ الصفائی ناصری اور ایک لغت 'انجمن آرای عباسی' وغیرہ۔

میرزا ابوالقاسم قائم مقام فراہانی (مقتول ۱۲۵۱ھ) : یہ محمد شاہ کا وزیر اور قاچاری عہد کا مشہور ترین مصنف تھا۔ تکلف آمیز نثر میں اس کے منشآت ملتے ہیں۔ ان منشآت میں مؤلف نے ذوق کے مطابق الفاظ کا استعمال کیا ہے اور دقیق معانی آفرینی سے کام لیا ہے اس لحاظ سے ان میں ایک خاص اثر ہے۔

قائم مقام نے لفظی صنعتوں کو کثرت سے استعمال نہیں کیا اس کے خداداد ذوق نے مناسب موقع محل سے بعض صنائع صرف اس حد تک استعمال کئے ہیں کہ کلام کے لطف اور عبارت کی روانی میں کوئی کمی نہیں آتی۔

قدیم فصحا کا استشہاد اس کے کلام میں زیادہ ملتا ہے لیکن وہ متقدمین کے کلام کے حوالے اس وقت استعمال کرتا ہے جبکہ وہ مشہور و رائج مثل کا درجہ حاصل کر چکے ہوں اور اس طرح ان کے کلام کو اپنے کلام میں شامل کرتا ہے گویا وہ اس کے کلام کا جزء ہے اور اقتباس و رعایت کا گمان نہیں ہونے پاتا۔ اس کی عبارت مختصر اور تراکیب دلکش ہوتی ہیں۔ بلاشبہ اسے ایران کے آخر دور کا بہترین مصنف کہا جاسکتا ہے اور حقیقی ادیب کا اس پر بخوبی اطلاق ہوتا ہے۔

قاچاری عہد کے آخر میں چند اور بھی کئی اچھے لکھنے والے نظر آتے ہیں مثلاً:

میرزا عبداللطیف تبریزی: فرہنگ برہان جامع اور ترجمۂ الف لیلۃ ولیلۃ کے مصنف۔

محمد حسن خاں صنیع الدولۃ (اعتماد السلطنۃ): مرآت البلدان اور کتاب منتظم ناصری اور تذکرہ خیرات حسان کے مصنف۔

میرزا محمد ابراہیم: یہ وقائع نگار تھا۔

فتح علی شاہ کے دورۂ حکومت کے بعد ایران اور یورپ کے درمیان تعلقات قائم ہوئے اور مختلف فنون کے ماہرین فوجیوں اور انجینروں کو دعوت عمل دی گئی اور اس کے لئے مدرسے قائم کئے گئے اور طلبا، و ماہرین کو یورپین ممالک بالخصوص فرانس اور انگلستان بھیجنے کا رواج ہوا۔

امرار کے بچے، شاہزادے اور اعلیٰ طبقہ کے افراد فرانسیسی اور انگریزی ادب سے واقف ہوئے۔ رومانی اور داستانی کتابوں سے لیکر علمی، فنی اور فوجی کتابوں کے فارسی میں ترجمے کئے جانے لگے۔ اسی مدت میں میرزا محمد تقی خاں امیر کبیر نے "مدرسہ دار الفنون" کا افتتاح کیا۔ اس کے ذریعہ ایرانیوں کو جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ رفتہ رفتہ روزناموں کی اشاعت کا بھی رواج ہوا۔ ایرانی مصلحوں کی جماعتوں کے افراد

ایران سے باہر اور ایران میں اپنے سیاسی اور اجتماعی نظریات سادہ اور عام فہم زبان میں قلمبند کرنے لگے۔ علمی و فنی اور درسی کتابوں کو عصری تقاضوں کے مطابق جدید طرز پر لکھنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ اسی زمانے میں مشروطیت کی تحریک بھی اٹھی اور لوگوں میں ہیجان برپا ہوگیا۔ مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والی جماعتیں جدید کتابوں کے مطالعہ میں سرگرم ہوگئیں اور یورپین افکار و عقائد سے اپنے ربط کے استحکام کے لئے کوشاں ہوگئیں۔

ایران میں چھپائی کے رواج کی وجہ سے مختلف افکار اور ادبی آثار سے لوگ بخوبی واقف ہوگئے تھے۔ اسی افراتفری کے عالم میں مشروطیت کا انقلاب شروع ہوا۔ برملا تقریریں اور جلسے کئے جانے لگے۔ متواتر اخبار وں کی اشاعت ہونے لگی۔ نئے مدرسے قائم کئے گئے۔ یورپین زبانیں سیکھی جانے لگیں۔ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مغربی ادب سے واقفیت حاصل کرنا ضروری سمجھا جانے لگا۔ جدید عربی ادب میں بھی بڑی تیز رفتاری سے ترقی اور تبدیلی کے آثار نظر آنے لگے۔ فکر و عقیدہ میں زبردست تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اب دربار اور امیروں کی جماعتوں سے نکل کر ادب عوام میں زیادہ مقبول ہوگیا۔

اسی ارتقار کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنے کی روش میں تغیر و تبدیلی پیدا ہوگئی۔ نظم و نثر میں نئی فکر سے کام لیا جانے لگا۔ سادہ اور ہر قسم کی آرائش سے عاری طرز نگارش کا رواج ہوا۔ مختلف قسم کے ادبی مسائل مثلاً داستان، ڈرامے، اجتماعی و اخلاقی و سیاسی مباحث اور علمی و ادبی مباحث اور تاریخی و ادبی تحقیقات وغیرہ کا فارسی زبان میں رواج ہوا۔ مصنفین کی زبان میں بھی بتدریج تبدیلی ہوئی اور عام بول چال کو تحریر میں استعمال کیا جانے لگا۔ نئی تراکیب اور نئے نئے الفاظ فارسی میں شامل ہوئے جن میں سے بیشتر یورپین اور کچھ ترکی استانبول کے تھے۔ نئے نئے خیال، جدید افکار اور تازہ اصطلاحیں وجود میں آئیں۔

فارسی نظم و نثر میں کچھ وجوہ کے سبب تنزل پیدا ہوگیا اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جنھیں نظم و نثر لکھنے پر قدرت نہ تھی بلکہ وہ تصنیف اور شاعری کے ابتدائی اصولوں تک

سے بے بہرہ تھے شعرا و مصنفین کی صف میں زبردستی داخل ہو گئے ۔ یہاں تک کہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ ایسے بہت سے افراد جو صحیح فارسی بلکہ مروجہ معمولی زبان سے بھی واقف نہ تھے اخباروں میں سرسری مقالے لکھنے لگے ۔ اور رسالوں میں ان کے غلط اور غیر موزوں ترجمے شائع ہونے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلط الفاظ، نامناسب تراکیب و اصطلاحات اور قواعد کی غلطیاں وغیرہ کثرت سے نظم و نثر میں استعمال کی جانے لگیں ۔

دوسرے عوامل جن کا ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں فارسی نظم و نثر کی ترقی کا سبب بنے اور تجدد و تنوع کا باعث ہوئے ۔

نثر میں بھی سادہ زبان استعمال کی جانے لگی ۔ اور نثر لفظی پابندیوں سے آزاد ہو گئی ۔ کتابی زبان کو عام بول چال کی زبان سے ہم آہنگ کر کے آسان بنا لیا گیا اور نثر کو اس قابل بنا دیا گیا کہ اس میں ہر قسم کے خیال کو واضح کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی یہی سبب ہے کہ فارسی کی بہت سی کتابوں کی زبان بہت آسان ہے ۔

عہد ناصری کے آخر میں جدید علوم پر کتابیں لکھی جانے لگیں اور اس کے بعد اس کا رواج بڑھتا گیا ۔ یورپین کہانیوں اور افسانوں کے ترجمے کئے گئے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ فارسی میں طویل ناول اور مختصر افسانے لکھنے کا رواج ہوا ۔ اور اب یہ فن بہت ترقی کر چکا ہے ۔ یورپین ادب اور طریقۂ تحقیق سے واقفیت کی بنا پر فارسی میں تاریخ نویسی اور ادبی مسائل میں تحقیق کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوئی ۔ اب تک ایران کے بہت سے ادبی اور تاریخی مسائل اور نکتے حل کئے جا چکے ہیں ۔

اس قسم کی ترقیوں کے سبب فارسی ادب میں ایک طرح کی تحریک اور انقلاب سا رونما ہوا ۔ امید ہے کہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے ۔

دورۂ مشروطیت میں جن مصنفین نے ادب کی خدمت کی اور شہرت پائی ان میں شیخ احمد روحی (مقتول ۱۳۱۴ھ ہجری قمری) میرزا آقا خاں کرمانی (مقتول ۱۳۱۴ھ) مؤلف صدخطابہ سہ مکتوب اور آئینہ سکندری ۔ اور میرزا ملکم خاں مصنف رسالۂ وزیر و رفیق اور روزنامہ قانون کا نام لیا جا سکتا ہے ۔ ...